حکمت دین

محمد سعید الرحمٰن علوی

چار اسباب:

جو رشتۂ اسلامیت کو کمزور کرنے کا باعث ہیں

گذشتہ صحبت میں ہم نے پاکستان کی تاریخ کے اس المیہ کا ذکر کیا تھا جو ۱۹۷۱ء میں پیش آیا اور دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت کو بہا کر لے گیا۔

اس کے آخر میں "ایک صاحب نظر" کی ایک تحریر کے حوالے سے ہم نے چار اسباب کی نشاندہی کی تھی، جو سبب بنتے ہیں رشتہ اسلامیت کی کمزوری کا، حتیٰ کہ بسا اوقات ایسی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں کہ انسان اس "متاعِ عظیم" سے محرومی کے خطرہ کا شکار ہو جاتا ہے اور کفر و ضلالت اس کا مقدر ہو کر رہ جاتا ہے ــــ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ھذہ الحالۃ والکیفیۃ

قارئین کو یاد ہوگا کہ وہ اسباب تھے: مشرکانہ عقائد و اعمال، انتشار و افتراق، دولت کی بے پناہ محبت اور ہر قیمت پر اس کے حصول کا جذبہ اور جذباتیت:

ہم ان "اسباب چہارگانہ" کی تفصیل و تشریح کی خواہش رکھتے تھے لیکن "وسعت دل" کا مظاہرہ "وسعتِ صحرا" کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، اس لئے اپنے خیالات و افکار کو گذشتہ صحبت میں چھوڑ دیا گیا تھا، کاغذی وعدہ نہیں قلبی وعدہ و احساس تھا، اس لئے آج اسی وعدہ کا ایفا کرنے کی کوشش ہے ــــ

وباللہ توفیق!

پہلا سبب جو سامنے آیا وہ "مشرکانہ عقائد و اعمال" سے متعلق ہے، قارئین اس حقیقت سے خوب باخبر ہیں کہ شرک وہ گناہ ہے جس کی ارحم الراحمین اور غفور و رحیم ذات کے یہاں بھی قطعاً معافی نہیں ــــ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو تعلق و محبت ہے اور مجرم سے مجرم انسان کے معاملہ میں بھی وہ جس طرح رحم و کرم کے دریا بہاتا ہے، اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں، رسالت مآب محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ وسلامہٗ کے ارشاد کے مطابق، ایسی خاتون جس کی زندگی "گناہ" میں گذری، اس کا چونکہ چراغ فطرت بجھا نہ تھا، اس لیے محض اتنی نیکی پر اس کو پروانہ بخشش مل گیا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کی پیاس

بچانے کا اہتمام کیا تھا ـــــ لیکن شرک ایسا جرم و گناہ ہے کہ ایسا رحیم و کریم آقا بھی حاکمانہ انداز میں اعلان کرتا ہے کہ جن کے دامن اس گناہ سے آلودہ ہوں گے اور جو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوں گے، ان کی معافی نہ ہوگی۔ سورۂ نساء میں آیت ۴۸ اور ۱۱۶ میں اسی کا اعلان ہے بلکہ دونوں آیات کے ابتدائی الفاظ تک یکساں ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کا شریک کرے اور شرک کے سوا کے دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے۔

آیت ۴۸ کا آخری حصہ ہے:-

وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِیْمًا

اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

اور آیت ۱۱۶ کا آخری حصہ ہے:-

وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا

اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

اس غیظ و غضب کا سبب بالکل ظاہر ہے اور یہ حضرت حق جل و علا مجدہ کی غیرت کا سوال و معاملہ ہے، بعض کتب میں دیکھا ہے کہ مشہور صوفی بایزید بسطامی قدس سرہ کے پاس ستر و حجاب کی پوری پابندی کے ساتھ ایک خاتون نے حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، مجھے کوئی تعویذ و وظیفہ عنایت فرمائیں کہ وہ اس سے باز آجائے، ظاہر ہے کہ وہ متبع سنت شیخ و رہنمائے طریقت تھے عورتوں کی مجالس، تعویذوں کا کاروبار اور نذرانوں کی بھیڑ ان کے یہاں نہ تھی، اس لئے اسے فرمایا "بی بی! اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار تک کی اجازت ہے تو پھر؟ اس نیک بخت خاتون نے عرض کیا کہ شریعت کی اجازت بجا اور میں اپنا ستر و حجاب اٹھاتی تو آپ میرے حسن و جمال کو دیکھ کر فیصلہ میرے حق میں کرتے کہ اس حسن میں سوکنا پا درست نہیں۔" شیخ وقت" اس کی بات سے گہرے تاثر میں ڈوب گئے اور پھر فرمایا:

" توحید پر ایمان تو الحمد للہ تھا، لیکن اس عورت نے تو عجیب بات سمجھا دی، اس بیچاری کا حسن عطائی بھی ہے اور عارضی بھی، لیکن سوکناپا اور شریک اسے گوارا نہیں تو حضرت حق جل و علا مجدہٗ جو خالق حسن ہیں اور جن کا حسن ذاتی ہے (اَللّٰهُ جَمِیْلٌ) وہ اپنا شریک کس طرح گوارا کریں؟

حضور اکرم قائدنا الاعظم و الاطہر صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہٗ نے اسی طرف اشارہ کیا:-

"کہ میں تم سب سے زیادہ غیرت مند ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ"
دین کے حوالہ سے غیرت بیش قیمت سرمایہ اور انسان کی شدید ضرورت ہے اور یہ رخصت ہوتی ہے تو بہت کچھ رخصت ہو جاتا ہے۔

؎ غیرت نام تھا جس کا گئی تیموری کے گھر سے

خاتم الانبیاء والمعصومین علیہ السلام بعض لوگوں کی خواہش سجدہ پر ایک لمحہ کی اجازت نہیں دیتے۔ اور فرماتے ہیں:

اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ

عبادت تو صرف تمہارے رب کا حق ہے اسی کی کرو، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا بڑا بنایا ہے تو اس حوالہ سے اکرام و احترام ضرور چاہیئے ـــــــ

اور ایک دوسرے موقعہ پر سجدہ کی بات آئی تو فرمایا کہ اس دھرتی پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیئے ایسا ممکن ہوتا اور اس کی اجازت ہوتی تو بیوی کو خاوند کے سجدے کا حکم دیتا۔

مزید دیکھیں کہ سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام، بقول ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دنیا سے پردہ فرماتے ہوئے آخر میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اس میں یہود و نصاریٰ کے مستحق لعنت ہونے کا ذکر ہے اور فرماتے ہیں کہ ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ـــــــ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔

لیکن اس ساری صورت حال اور احکامات و ہدایات اور اسلام کے ساخچہ و عمارت میں "عقیدۂ توحید" کی کلیدی و بنیادی اہمیت کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیں، اور اپنے حالات کی تصویر سامنے لائیں۔

وطن عزیز میں بزرگان دین اور اکابر اولیاء کرام، اور بعض قومی رہنماؤں کی قبروں کو جو مقام امت کی بڑی اکثریت نے دے رکھا ہے، حکومتی طبقے، اہل حل و عقد، بعض علماء و صوفیاء اور عوام کی بڑی تعداد وہاں جو کچھ کرتی ہے، اس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں "قطب البلاد لاہور" میں آرام فرما شیخ و عالم ربانی حضرت السید علی ہجویری قدس سرہٗ کے مزار سے لے کر فلاں فلاں جیسے حقائق دین سے ناآشنا، سنت رسولؐ سے محروم، برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق ـــــــ پیران عظام و اکابرین ملت (؟) کی قبریں یہ روپ دھار چکی ہیں کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک تو ہم پرست اور کج رو افراد طواف و سجدہ میں مشغول رہتے ہیں لیکن کسی حاکم و متعقد را و کسی پیر و عالم کو اس پر ٹوکنے کی ہمت نہیں ہوتی بلکہ حاکمان وقت، اپنے اقتدار کے استحکام کی خاطر خود اس بھیڑ چال میں شریک ہوتے ہیں۔ بہشتی دروازوں کو

کھولتے، چادریں چڑھاتے، قبروں کو غسل دیتے، ان پر قبے اور عمارات بناتے اور ان پر عود و اگربتی سلگاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ نے ان میں سے ہر چیز سے روکا، انہیں کھلے ہوئے مشرکانہ اعمال سے تعبیر کیا ـــــ ہر روز اخبارات و رسائل میں ایسی ان گنت تحریریں چھپتی ہیں جن سے عقیدہ توحید متاثر ہوتا ہے، نہیں بلکہ مجروح ہوتا ہے، ریڈیو، ٹی وی سے اس قسم کی خرافات نشر ہوتی ہیں، لیکن کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی، وہ "حاکمانِ وقت" جو اپنے "اُجلے دامن" پر ذرا سا "داغ" برداشت نہیں کرتے اور ہر "بندہ گستاخ" کو بتائے بغیر اس کی آزادی سلب کر کے اس کے گھر کو ہی جیل بنا دیتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کے معصوم بچوں اور خواتین خانہ تک کی پریشانیوں کا سبب بنتے ہیں، ان کی نگاہ میں عقیدۂ توحید کی اتنی بھی وقعت نہیں کہ وہ ان اعمال و افعال، ان تحریرات اور ان پروگراموں پر قدغن لگا سکیں اور احساس کر سکیں کہ انہیں ایک دن "داورِ محشر" کی عدالت میں حاضر ہو کر اس کا بھی حساب دینا ہے کہ "نہی عن المنکر" کے معاملہ میں انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا یا نہیں؛ ستم یہ ہے کہ ہماری نصابی کتابیں اس قسم کی خرافات سے پر ہیں، گذشتہ دنوں "فاضل اردو" کی تیاری کرنے والے ایک دوست سے ملاقات کے موقعہ پر ان کے کورس کی دو کتابوں "مثنوی سحر البیان" اور "مثنوی گلزارِ نسیم" کو سرسری طور پر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے اوّل الذکر "میر حسن دہلوی" کا کلام ہے تو دوسری "پنڈت دیا شنکر نسیم" کا۔

چند اشعار ان سے ملاحظہ فرمائیں جن سے عقیدۂ توحید و رسالت، عصمت انبیاء اور نہ معلوم کس کس پر ضرب لگتی ہے:

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہیں ۔۔۔ حساب عمل سے یہ بیباک ہیں
علی سے لگا تا بہ مہدیؑ دیں ۔۔۔ یہ ہیں ایک نورِ خدائے بریں
انہیں سے ہے قائم امامت کا گھر ۔۔۔ کہ بارہ ستوں ہیں یہ اثنا عشر!
نہیں عمر اسکا (حضور علیہ السلام) کوئی جز علی ۔۔۔ کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی
خضر اس کی سرکار کا آب دار ۔۔۔ زرہ ساز داؤد سے واں ہزار
خلیل اس کے گلزار کا باغباں ۔۔۔ سلیمان سے جمدار اس کے ہاں

یہ جملہ اشعار مثنوی سحر البیان کے ہیں، شروع کے چار "امامت" کے قصرِ بے بنیاد کا قصیدہ ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کی توہین تک شامل ہے تو آخر کے دو سرورِ کائنات علیہ السلام سے متعلق ہیں اور اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو ان کی چاکری کرتے دکھایا گیا ہے ـــــ (نقل کفر کفر نہ باشد)

اسی طرح کے اشعار دوسری مثنوی کے ہیں ۔۔۔ سوال یہ ہے کہ جو "ننھی کلیاں" زیر تعلیم و تربیت ہیں، جنہیں معلوم نہیں کہ کب کھلنا اور کب مرجھانا ہے؛ اس قسم کی نصابی کتابوں سے ان کی سیرت و کردار اور اس سے بڑھ کر ان کی مسلمانی کا کیا بنے گا!

آج کرکٹ و ہاکی کے میدان سے لے کر فوج کے پروگراموں تک "یا علی مدد" کے نعرے لگانیوالے سوچیں کہ شرک اور مشرکانہ اعمال کے رسیا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس حال کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ان کے قلوب خوف و دہشت اور رعب غیر سے ہر وقت سہمے رہتے ہیں کیونکہ شرک ایسی بلائے بے درماں ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شکل اجازت نہیں، بلکہ سخت ترین ممانعت ہے ۔۔۔ اور ایسے ہی لوگوں کے لئے "النار" کو "ماوٰی" (ٹھکانہ) کہا گیا (آل عمران آیت ۱۵۱)

دوسرا سبب انتشار و افتراق تھا۔ قرآن عزیز وحدت و اجتماعیت کو اپنی ان نعمتوں میں شمار کرتا ہے جن کے حصول کے لئے دنیا کے خزانے بھی ناکافی ہیں، لیکن ربّ جہان، اپنی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ سے بندوں کے دل جوڑ دیتا اور انہیں آپس میں شیر و شکر کر دیتا ہے (الانفال ۶۳) وہ نزاعات اور جھگڑوں کی کیفیت کو "جہنم کے کنارے" کھڑا ہونے سے تشبیہہ دیتا ہے جس میں کسی لمحہ بھی گرنے کا احتمال ہے، لیکن پھر وہ اس طرح بچاتا ہے کہ بچھڑے ہوئے مل جاتے ہیں، منتشر متحد ہو جاتے ہیں اور باہم برسرپیکار بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۰۳) وہ ذاتِ حق مسلم سوسائٹی کو حکم دیتی ہے کہ نزاع کی شکل میں نزاع کرنے والے فریقوں کے درمیان پل بن کر انہیں محبت و اتحاد کے رشتہ میں پرو دو اور اگر کوئی طبقہ رکاوٹ بنے تو اسے "قتال" کے ذریعے راہ راست پہ لاؤ۔ (الحجرات: ۹) وہ کہتا ہے:

لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ (الانفال: ۴۶)

آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اس دھرتی پہ اللہ تعالیٰ کا آخری نمائندہ، امام الانبیاء، سیدالمرسل محمد عربی علیہ السّلام، عداوت و لڑائی، اختلاف و انتشار اور تفرقہ کی ہر شکل کو مٹانے کی تدبیر کرتا، اور ان پہ سخت اظہار ناراضی کرتا ہے۔ بعثت نبوی سے پہلے جو لوگ مکہ کی شدید لڑائیوں کو بند کرانے کی غرض سے اہتمام کرتے ہیں ان کے دست و بازو حضور بنتے ہیں (حلف الفضول کا معاہدہ) اور بعثت کے بعد اس کی برکات کو یاد فرماتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ دنیا کو نزاعات اور جھگڑوں سے بچانے کی غرض سے کوئی اس نوع کا مشورہ اور تدبیر آج بھی ہو تو میں اس میں سب سے آگے ہوں گا۔

لیکن یہ بدنصیبی کی بات نہیں تو کیا ہے کہ آج ایک رب کے پرستار اور محمد کریمؐ کے نام لیوا عرب و عجم اور نہ معلوم کن کن تفریقات کا شکار ہیں ـــــ اور وطن عزیز تو انہی حوالوں سے دو ٹکڑے ہو کر اب پھر ایسی ہی کشمکش کا شکار ہے، مختلف زبانیں، مختلف خطے ان کے مخصوص حالات، ان کا کبھی انکار نہیں ہوا، لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ زبانوں اور جغرافیہ کے نام پہ انسان، انسان کا، جی نہیں مسلمان مسلمان کا گلا کاٹے ـــــ الحذر ۔ الحذر ۔ الحذر

وہ دین برحق جو انسانوں کو محبت کا سبق پڑھانے آیا، اس کی نسبت و حوالہ سے مذہبی اور سیاسی احزاب و فرق، ہمارے منہ پر زناٹے کا تھپڑ نہیں؟ جمہوریت کی پرستاری کے شوق میں درجنوں سیاسی پارٹیاں اور ان کے حوالے سے نفرت کے لاوے کہاں کا انصاف اور آئین حق کی پاسداری ہے ـــــ کیا ہمارے حکمران، اہل سیاست، پیر و مولوی اور پنڈت و مہنت مسجدوں کی زمین ڈھاکہ اور اس کے اطراف میں گلی گلی مردم آزاری اور انسانیت کشی کی لعنت بھول چکے ہیں، کیا ہمارے حافظے اتنے کمزور اور اس حد تک غافل ہو چکے ہیں، ہمیں کب احساس ہوگا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ وحقہ، کے دم واپسیں تک، امت کے اتحاد نے ہمیں کہاں پہنچایا اور جب خلافت راشدہ ہی کے ایک دور مرتضوی میں انتشار نے ہمارے معاشرے میں راہ پائی تو پھر کیا ہوا اور جناب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر صاحبزادے امام صلح و صفا سیدنا حسن کی صلح جوئی کے سبب حسن و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، باہم شیر و شکر ہوئے تو پھر رکا ہوا قافلہ کس طرح رواں دواں ہوا ـــــ یہ تو اتفاق و نااتفاقی کے واضح مظاہر ہیں ـــــ لیکن افسوس کہ چشم بینا سے ہم محروم ہیں، اور ہم نے اس لعنت اور عمل منکر کو حکومتی سرپرستی میں پارلیمنٹ، عدلیہ، ذرائع ابلاغ اور ہر ادارے میں پہنچا دیا ـــــ اس کے بعد ہماری ہوا اکھڑے گی یا سلامت رہے گی۔ ع الحذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

تیسرا سبب دولت کی ہوس اور ہر قیمت پہ اسے حاصل کرنے کا جذبہ حیوانی، نہیں شیطانی، آج ہر امیر و وزیر، عالم و جاہل، منصف و سپاہی میں پیدا ہو چکا ہے، دنیا کے طالب کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرہ : ۲۰۰)

اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں

اور اللہ تعالیٰ کا آخری نبی، سلام اللہ تعالیٰ علیہ وصلوٰتہ کا حال یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں: مجھے تمہاری دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو ایک مسافر و رہ گذر کی طرح بس درخت کی چھاؤں تلے وقت گذار کر اپنے

باقی ص۱۱ پر